مولانا الطاف حسین حالؔی

(۱۸۳۷ء.........۱۹۱۴ء)

الطاف حسین حالؔی پانی پت میں پیدا ہوئے۔ ان کے اجداد غیاث الدین بلبن کے زمانے میں ہندوستان آئے۔ نو برس کے تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ بھائیوں نے پرورش کی۔ تعلیم کی تکمیل دہلی کے عالموں کی صحبت میں ہوئی۔ غالبؔ اور شیفتہؔ کی صحبت سے بطورِ خاص فیض یاب ہوئے۔ سرسیّد سے بھی تعلقِ خاطر قائم ہوا۔ شیفتہؔ اور غالبؔ کے انتقال کے بعد، لاہور آئے اور یہاں پنجاب بُک ڈپو میں ملازمت کر لی۔ یہیں وہ انگریزی ادبیات سے متعارف ہوئے۔ جدید طرز کی نظمیں لکھیں اور اردو شاعری کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ ۱۸۸۷ء میں سرکارِ حیدر آباد سے سو روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر ہو گیا، تو ملازمت ترک کر کے باقی عمر تصنیف و تالیف میں بسر کر دی۔

حالؔی کے اسلوبِ بیان کی سب سے نمایاں خوبی مدعا نگاری ہے۔ حالؔی کی غرض، اپنے مضمون کو ادا کرنے اور مطالب کو وضاحت سے پیش کرنے کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔ ان کی نثری تحریروں میں اعتدال و توازن کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ بے جا اختصار اور بے جا طوالت سے اجتناب کرتے ہوئے، عبارت کو دلکش، سادہ اور مدلّل بنانے میں، حالؔی اپنی مثال آپ ہیں۔ وہ ہر بات کو سنجیدگی اور عقلیت کے ترازو میں تولتے ہیں اور تخیل اور جذبات سے دُور رہتے ہوئے اپنے خیالات اور حقائق کو قاری تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رشید احمد صدیقی نے، حالؔی کے نثری اُسلوب کو، اُردو نثر کا معیاری اُسلوب قرار دیا ہے۔

وہ سوانح نگار، مضمون نگار اور نقاد ہیں۔ سرسیّد کے قریبی اور بااعتماد ساتھیوں میں تھے۔ ان کی مشہور کتابوں میں ''حیاتِ جاوید''، ''یادگارِ غالب''، ''حیاتِ سعدی''، ''مقدمۂ شعر و شاعری'' اور ''مد و جزرِ اسلام'' شامل ہیں۔ آخر الذکر کتاب ''مسدسِ حالی'' کے نام سے بے حد مقبول ہوئی۔ مقدمۂ شعر و شاعری (جو دراصل ان کے دیوان کا طویل دیباچہ ہے) جدید اردو تنقید کا نقطۂ آغاز ہے۔

مولانا الطاف حسین حالؔی

مرزا غالبؔ کے عادات وخصائل

مقاصد تدریس

۱۔ طلبہ کو غالبؔ کی شخصیت اور ان کے عادات وخصائل سے آگاہ کرنا۔
۲۔ طلبہ کو بتانا کہ خوش اخلاقی اور کشادہ پیشانی بڑے لوگوں کا شیوہ ہے۔
۳۔ خط کا جواب لکھنے کی اہمیت واضح کرنا۔
۴۔ طلبہ کو بتانا کہ ہمارے بزرگ کتنے وضع دار اور بامروّت تھے۔
۵۔ طلبہ کو ادبی قسم کے الفاظ وتراکیب سے روشناس کرانا۔

مرزا غالبؔ کے اخلاق نہایت وسیع تھے۔ وہ ہر شخص سے جو اُن سے ملنے جاتا تھا، بہت کشادہ پیشانی سے ملتے تھے۔ جو شخص ایک دفعہ ان سے ملتا، اسے ہمیشہ ملنے کا اشتیاق رہتا تھا۔ دوستوں کو دیکھ کر باغ باغ ہو جاتے تھے اور اُن کی خوشی سے خوش اور غم سے غمگین ہوتے تھے۔ اس لیے ان کے دوست، ہر مذہب اور ملّت کے، نہ صرف دِلّی میں بلکہ تمام ہندوستان میں بے شمار تھے۔ جو خطوط اُنھوں نے اپنے دوستوں کو لکھے ہیں، ان کے ایک ایک حرف سے مہر ومحبت، غم خواری ویگانگت ٹپکی پڑتی ہے۔ ہر ایک خط کا جواب لکھنا اپنے ذمّے فرضِ عین سمجھتے تھے۔ ان کا بہت سا وقت دوستوں کو جواب لکھنے میں صرف ہوتا تھا۔ بیماری اور تکلیف کی حالت میں بھی، وہ خطوں کے جواب لکھنے سے باز نہ آتے تھے۔ وہ دوستوں کی فرمائشوں سے کبھی تنگ دل نہ ہوتے تھے۔ غزلوں کی اصلاح کے سوا اور طرح طرح کی فرمائشیں، ان کے بعض خالص ومخلص دوست کرتے تھے اور وہ ان کی تکمیل کرتے تھے۔ لوگ ان کو اکثر بیرنگ خط بھیجتے تھے، مگر ان کو کبھی ناگوار نہ گزرتا تھا۔ اگر کوئی شخص لفافے میں ٹکٹ رکھ کر بھیجتا، تو سخت شکایت کرتے تھے۔

مروّت اور لحاظ مرزا کی طبیعت میں بدرجۂ غایت تھا۔ باوجودیکہ اخیر عمر میں وہ اشعار کی اصلاح دینے سے بہت گھبرانے لگے تھے، بایں ہمہ کبھی کسی کا قصیدہ یا غزل بغیر اصلاح کے واپس نہ کرتے تھے۔ ایک صاحب کو لکھتے ہیں: ''جہاں تک ہو سکا، احباب کی خدمت بجا لایا اور اوراقِ اشعار دیکھتا تھا اور اصلاح دیتا تھا۔ اب نہ آنکھ سے اچھی طرح سُوجھے اور نہ ہاتھ سے اچھی طرح لکھا جائے۔''

اگرچہ مرزا کی آمدنی قلیل تھی، مگر حوصلہ فراخ تھا۔ سائل ان کے دروازے سے خالی ہاتھ بہت کم جاتا تھا۔ اُن کے مکان کے آگے اندھے، لنگڑے، لُولے اور اپاہج مرد عورت پڑے رہتے تھے۔ غدر کے بعد ان کی آمدنی کچھ اوپر ڈیڑھ سو روپے ماہوار ہو گئی تھی اور کھانے پینے کا خرچ بھی کچھ لمبا چوڑا نہ تھا، مگر وہ غریبوں اور محتاجوں کی مدد اپنی بساط سے زیادہ کرتے تھے، اس لیے اکثر تنگ رہتے تھے۔

مرزا اپنے دوستوں کے ساتھ، جو گردشِ روزگار سے بگڑ گئے تھے، نہایت شریفانہ طور سے سلوک کرتے تھے۔ دِلّی کے عمائد میں سے ایک صاحب جو مرزا کے دِلی دوست تھے اور ۱۸۵۷ء کے بعد ان کی حالت سقیم ہو گئی تھی، ایک روز چھینٹ کا فرغل پہنے

ہوئے مرزا سے ملنے آئے۔ مرزا نے کبھی ان کو مالیدہ یا جامہ وار وغیرہ چوغوں کے سوا، ایسا حقیر کپڑا پہنے نہیں دیکھا تھا۔ چھینٹ کا فرغل ان کے بدن پر دیکھ کر دل بھر آیا۔ ان سے پوچھا: ''یہ چھینٹ آپ نے کہاں سے لی؟ مجھے اس کی وضع بہت ہی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ آپ مجھے بھی فرغل کے لیے یہ چھینٹ منگوا دیں۔'' انھوں نے کہا: ''یہ فرغل آج ہی بن کر آیا ہے۔ میں نے اسی وقت اس کو پہنا ہے۔ اگر آپ کو پسند ہے تو یہی حاضر ہے۔'' مرزا نے کہا: ''جی تو یہی چاہتا ہے کہ اسی وقت آپ سے چھین کر پہن لوں مگر جاڑا شدّت سے پڑ رہا ہے۔ آپ یہاں سے مکان تک کیا پہن کر جائیں گے۔'' پھر اِدھر اُدھر دیکھ کر کھونٹی پر سے اپنا مالیدہ کا نیا چوغہ اُتار کر انھیں پہنایا اور اس خوب صورتی کے ساتھ وہ چوغہ ان کی نذر کیا۔

ظرافت مزاج میں اس قدر تھی کہ اگر آپ کو بجائے حیوانِ ناطق کے حیوانِ ظریف کہا جائے تو بجا ہے۔ ایک دفعہ جب رمضان گزر چکا تو قلعے میں گئے۔ بادشاہ نے پوچھا: ''مرزا تم نے کتنے روزے رکھے؟'' عرض کیا: ''پیر و مرشد! ایک نہیں رکھا۔'' ایک دن نواب مصطفیٰ خان کے مکان پر ملنے کو آئے۔ ان کے مکان کے آگے چھتا تاریک تھا۔ جب چھتے سے گزر کر دیوان خانے کے دروازے پر پہنچے تو وہاں نواب صاحب ان کے لینے کو کھڑے تھے۔ مرزا نے ان کو دیکھ کر یہ مصرع پڑھا:

ع آبِ چشمۂ حیواں درُونِ تاریکیست[1]

جب دیوان خانے میں پہنچے تو اس کے دالان میں بہ سبب مشرق رویہ ہونے کے دھوپ بھری ہوئی تھی۔ مرزا نے وہاں یہ مصرع پڑھا:

ع ایں خانہ ہمہ آفتاب است[2]

ایک صحبت میں مرزا، میر تقی میرؔ کی تعریف کر رہے تھے۔ شیخ ابراہیم ذوقؔ بھی موجود تھے۔ انھوں نے سوداؔ کو میرؔ پر ترجیح دی۔ مرزا نے کہا: ''میں تو تم کو میری سمجھتا ہوں مگر اب معلوم ہوا کہ آپ سودائی ہیں۔''

باوجودیکہ مرزا کی آمدنی اور مقدور بہت کم تھا، مگر خودداری اور حفظِ وضع کو وہ کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ شہر کے امرا و عمائد سے برابر کی ملاقات تھی۔ کبھی بازار میں بغیر پالکی یا ہوادار کے نہ نکلتے تھے۔ عمائدِ شہر میں سے جو لوگ ان کے مکان پر آتے تھے، یہ بھی ان کے مکان پر ضرور جاتے۔ ایک روز کسی سے مل کر نواب مصطفیٰ خاں مرحوم کے مکان پر آئے۔ میں بھی اس وقت وہاں موجود تھا۔ نواب صاحب نے کہا: ''آپ مکان سے سیدھے یہیں آئے ہیں یا کہیں اور بھی جانا ہوا تھا؟'' مرزا صاحب نے کہا: ''مجھ کو فلاں صاحب کا ایک آنا دینا تھا۔ اوّل وہاں گیا تھا، وہاں سے یہاں آیا ہوں۔''

ایک دن دیوان فضل اللہ مرحوم چُرٹ میں سوار مرزا صاحب کے مکان کے پاس سے بغیر ملے نکل گئے۔ مرزا کو معلوم ہوا تو انھوں

۱۔ آبِ حیات اندھیرے میں ہے۔

۲۔ یہ گھر تو سارے کا سارا سورج ہے۔

نے ایک رقعہ دیوان جی کو لکھا۔ مضمون یہ کہ آج مجھ کو اس قدر ندامت ہوئی ہے کہ شرم کے مارے زمین میں گڑا جاتا ہوں۔ اس سے زیادہ اور کیا نالائقی ہو سکتی ہے کہ آپ کبھی نہ کبھی تو اس طرف سے گزریں اور میں سلام کو حاضر نہ ہوں۔ جب یہ دیوان جی کے پاس پہنچا تو وہ نہایت شرمندہ ہوئے اور اسی وقت گاڑی میں سوار ہو کر مرزا صاحب سے ملنے کو آئے۔

فواکہ میں آم ان کو بہت مرغوب تھا۔ آموں کی فصل میں ان کے دوست دُور دُور سے ان کے لیے عمدہ عمدہ آم بھیجتے تھے اور وہ خود اپنے بعض دوستوں سے تقاضا کر کے آم منگواتے تھے۔ ایک روز مرحوم بہادر شاہ آموں کے موسم میں چند مصاحبوں کے ساتھ جن میں مرزا بھی تھے، باغِ حیات بخش یا مہتاب باغ میں ٹہل رہے تھے۔ آم کے پیڑ رنگ برنگ کے آموں سے لدرہے تھے۔ یہاں کا آم بادشاہ یا سلاطین یا بیگمات کے سوا کسی کو میسر نہیں آسکتا تھا۔ مرزا بار بار آموں کی طرف دیکھتے تھے۔ بادشاہ نے پوچھا: ''مرزا! اس قدر غور سے کیا دیکھتے ہو؟'' مرزا نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا: ''اس کو دیکھتا ہوں کہ کسی دانے پر میرا اور میرے باپ دادا کا نام بھی لکھا ہے یا نہیں۔'' بادشاہ مسکرائے اور اسی روز ایک بہنگی عمدہ عمدہ آموں کی مرزا کو بھجوائی۔

مرزا کی نیّت آموں سے کسی طرح سیر نہ ہوتی تھی۔ اہلِ شہر تحفتاً بھیجتے تھے۔ خود بازار سے منگواتے تھے۔ باہر سے دُور دُور کا آم بطور سوغات کے آتا تھا، مگر حضرت کا جی نہیں بھرتا تھا۔ نواب مصطفیٰ خاں مرحوم ناقل تھے کہ ایک صحبت میں مولانا فضل حق اور دیگر احباب موجود تھے اور آم کی نسبت ہر ایک شخص اپنی اپنی رائے بیان کر رہا تھا کہ اس میں کیا کیا خوبیاں ہونی چاہییں۔ جب سب لوگ اپنی اپنی کہہ چکے تو مولانا فضل حق نے مرزا سے کہا کہ تم بھی اپنی رائے بیان کرو۔ مرزا نے کہا: ''بھئی! میرے نزدیک تو آم میں صرف دو باتیں ہونی چاہییں، میٹھا ہو اور بہت ہو۔'' سب حاضرین ہنس پڑے۔

(یادگارِ غالبؔ)

مشق

ا۔ مختصر جواب دیں۔

(الف) مرزا غالبؔ کیسے اخلاق کے مالک تھے؟

(ب) دوستوں کو دیکھ کر غالبؔ کی حالت کیا ہوتی تھی؟

(ج) مرزا غالبؔ کو کہاں کہاں سے خط آتے تھے؟

(د) اکثر لوگ غالبؔ کو کس طرح کے خط بھیجتے تھے؟

(ہ) سائلوں کے ساتھ مرزا غالبؔ کا سلوک کیسا تھا؟

(و) دوستوں کے ساتھ مرزا غالبؔ کا سلوک کیسا تھا؟

(ز) مرزا غالبؔ کے مزاج کی خاص خوبی کیا تھی؟

(ح) مرزا غالبؔ کو کون سا پھل پسند تھا؟

(ط) سبق ''مرزا غالبؔ کے عادات و خصائل'' کس کتاب سے لیا گیا ہے؟

(ی) سبق ''مرزا غالبؔ کے عادات و خصائل'' کے مصنف کون ہیں؟

۲۔ مندرجہ ذیل الفاظ و محاورات کو اپنے جملوں میں استعمال کریں۔

کشادہ پیشانی، باغ باغ ہونا، مخلص، گردشِ روزگار، سیر ہو جانا، زمین میں گڑ جانا

۳۔ مندرجہ ذیل جملوں کو مکمل کریں۔

(الف) مرزا غالبؔ کے اخلاق نہایت........... تھے۔

(ب) دوستوں کی فرمائشوں سے کبھی........... نہ ہوتے تھے۔

(ج) خودداری اور حفظِ وضع کو وہ کبھی ہاتھ سے........... تھے۔

(د) فواکہ میں........... ان کو بہت مرغوب تھا۔

(ہ) مرزا کی نیّت........... سے کسی طرح سیر نہ ہوتی تھی۔

۴۔ سبق کے متن کو مدِّ نظر رکھ کر درست جواب کی (✓) سے نشاندہی کریں۔

(الف) مرزا غالبؔ کے نہایت وسیع تھے:

(i) اخلاق (ii) افکار

(iii) خصائل (iv) کردار

(ب) مرزا غالبؔ دوستوں کی کن باتوں سے کبھی تنگ دل نہ ہوتے تھے؟

(i) بُری باتوں سے (ii) زیادتیوں سے

(iii) فرمائشوں سے (iv) حرکتوں سے

(ج) لوگ اکثر مرزا غالبؔ کو خط لکھتے تھے:

(i) محبت بھرے (ii) دُکھ بھرے

(iii) بیرنگ (iv) طویل

(د) مرزا کی طبیعت میں بدرجۂ غایت تھا:

(i) جود و سخا (ii) اخلاص

(iii) مروّت اور لحاظ (iv) صبر

(ہ) ایک صحبت میں مرزا غالبؔ کس کی تعریف کر رہے تھے؟

(i) ذوقؔ کی (ii) مومنؔ کی

(iii) بہادر شاہ ظفرؔ کی (iv) میر تقی میرؔ کی

(و) کس نے سوداؔ کو میرؔ پر ترجیح دی؟

(i) ذوقؔ نے (ii) غالبؔ نے

(iii) مومنؔ نے (iv) شیفتہؔ نے

(ز) فواکہ میں غالبؔ کو بہت مرغوب تھا:

(i) خربوزہ (ii) تربوز

(iii) آم (iv) آڑو

۵۔ اِعراب لگا کر تلفظ واضح کریں۔

اخلاق، مروت، اصلاح، وضع، عمائد

۶۔ کالم (الف) میں دیے گئے الفاظ کو کالم (ب) کے متعلقہ الفاظ سے ملائیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)
اخلاق	ملّت
خوشی	لحاظ
مذہب	وسیع
مروّت	ٹکٹ
بیرنگ	حیوان ظریف
حیوان ناطق	غم

۷۔ مذکر اور مؤنث الفاظ الگ الگ کر کے لکھیں۔

غم، خوشی، خط، مذہب، ملت، حرف، غزل، مروّت، لحاظ، ٹکٹ، حوصلہ، وضع، جاڑا، ظرافت

مختلف اندازِ بیان میں امتیاز کرنا:

جملوں پر غور کیجیے۔

(الف) پاکستان کو ۲۰۰۰ میگاواٹ بجلی کی کمی کا سامنا ہے۔

(ب) چٹھی نمبری ۲۱۵/ای کے تحت، علی کی خدمات محکمۂ تعلیم کے سپرد کی جاتی ہیں۔

(ج) قرار دیا جاتا ہے کہ فلاں ابن فلاں تعزیراتِ پاکستان دفعہ فلاں کے تحت فلاں جرم کا مرتکب ہوا ہے۔

(د) کمپیوٹر کا ہارڈ ویئر اس کا دماغ اور سافٹ ویئر اُس کا ذہن ہے۔

(ہ) اگر تیرا قول صادق ہے تو شہد فائق ہے، ورنہ تھوک دینے کے لائق ہے۔

آپ نے غور کیا کہ یہ پانچوں جملے اردو زبان میں ہونے کے باوجود اپنے لہجے، تیور، اسلوب اور لفظوں کے انتخاب کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ اختلاف کا سبب ایک طرف وہ بات یا مفہوم ہے، جسے اظہار میں لانا مقصود ہے اور دوسری طرف وہ حقیقی یا فرضی سامعین/ قارئین ہیں، جن تک بات پہنچانا مقصود ہے۔ گویا مافی الضمیر اور مخاطبین کو لحاظ میں رکھ کر مخصوص پیرایۂ اظہار کا

انتخاب کیا جاتا ہے۔ پہلا جملہ کسی اخبار کی خبر ہے، اس لیے اسے صحافتی قرار دیا جا سکتا ہے۔ صحافتی پیرایۂ بیان سادہ ہوتا ہے کہ اخبار کے قارئین میں ہر طرح کے اور ہر ذہنی سطح کے لوگ ہوتے ہیں۔ دوسرا جملہ دفتری زبان کا ہے۔ دفتری زبان کی مخصوص اصطلاحات ہوتی ہیں، جنھیں دفتر سے متعلق لوگ سمجھتے ہیں۔ تیسرا جملہ قانونی اور عدالتی زبان کا ہے۔ قانون اور عدالت کی مخصوص زبان ہوتی ہے، مخصوص لفظیات اور اصطلاحات ہوتی ہیں، جن کے مفاہیم و مطالب طے شدہ ہوتے ہیں اور ابہام سے یک سر پاک ہوتے ہیں۔ چوتھا جملہ تکنیکی زبان کا ہے۔ ہر شعبۂ علم کی خاص زبان ہوتی ہے۔ طِب، انجینئرنگ، کامرس، طبعیات، حیاتیات، فلکیات، ان سب کی جدا جدا زبان ہے اور ہر ایک کی الگ الگ اصطلاحات ہیں، جنھیں متعلقہ شعبۂ علم کے اساتذہ، طلبہ اور دیگر متعلقین ہی سمجھتے ہیں۔

غور کریں تو آخری جملہ، دیگر تمام جملوں سے مختلف ہے۔ دیگر جملوں کے مفہوم میں قطعیت اور کامل وضاحت ہے، مگر آخری جملے میں ہلکا سا ابہام ہے۔ ایک اور فرق یہ ہے کہ باقی جملوں میں ایک قسم کا سپاٹ پن ہے، لیکن آخری جملے میں ایک طرح کا حُسن موجود ہے۔ پہلے چاروں جملوں میں براہِ راست بات بیان کی گئی ہے، مگر آخری جملے میں اظہار بالواسطہ ہے۔ جملے میں ابہام اور حسن بالواسطہ اظہار سے ہی پیدا ہوا ہے۔ لہٰذا ادبی پیرایۂ بیان میں ابہام اور حسن ہوتا ہے، اس لیے کہ ادبی اظہار میں خیال اور جذبہ دونوں ہوتے ہیں، مگر صحافتی، دفتری، قانونی اور تکنیکی بیان میں صرف خیال اور معلومات ہوتی ہیں۔ خیال میں قطعیت جبکہ جذبے میں ایک قسم کی دُھند اور ابہام ہوتا ہے۔

سرگرمیاں:

۱۔ اساتذہ درست تلفّظ اور ادائیگی کے ساتھ مرزا اسد اللہ خان غالبؔ کی کوئی آسان اور معروف غزل طلبہ کو یاد کرائیں۔

۲۔ بچوں کے درمیان بیت بازی کا مقابلہ کرایا جائے۔

اشاراتِ تدریس

۱۔ اساتذہ کے لیے لازم ہے کہ یہ سبق پڑھانے سے پہلے مرزا غالبؔ اور مولانا حالؔی کے تعلق کو واضح کرتے ہوئے ''یادگارِ غالبؔ'' کا تعارف کرائیں۔

۲۔ مرزا غالبؔ کی علمی و ادبی حیثیت اُجاگر کریں۔

۳۔ سبق پڑھاتے ہوئے مرزا غالبؔ کے چند اشعار بھی طلبہ کو سنائے جائیں اور اُن کا مفہوم واضح کیا جائے۔

۴۔ اس سبق میں جن شاعروں اور ادیبوں کا ذکر آیا ہے، ان کا تعارف کرایا جائے۔

۵۔ طلبہ کو بتایا جائے کہ غالبؔ کس طرح میرؔ کی عظمت کے قائل تھے نیز غالبؔ کا یہ شعر سنایا جائے:

ریختے کے تمھی اُستاد نہیں ہو غالبؔ
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میرؔ بھی تھا

۶۔ نئے اور مشکل الفاظ کا مفہوم واضح کر کے ان کا استعمال طلبہ کو سکھایا جائے۔